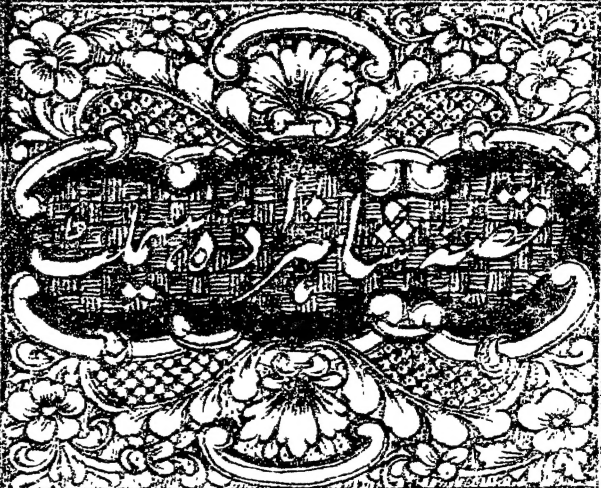


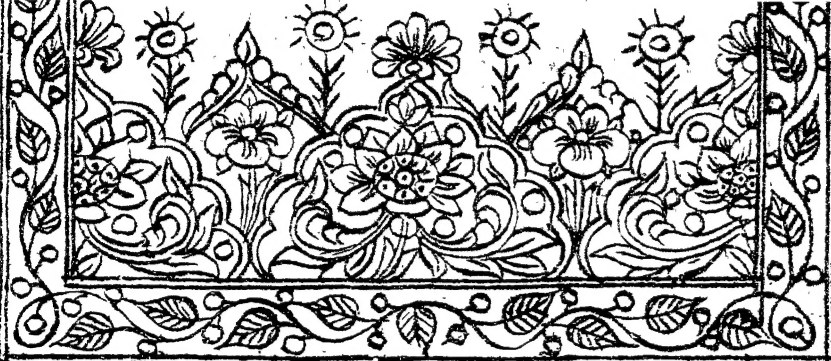
خاکو مسکا فضل خلائی و ز ماسی
عجوبان لول لول لول لول لول

ایک روزی خلیفہ ام سلمہ کی مجموعہ افسانہ دلیذیر کے میں قصوں میں کا اٹھان
بجسب فسانہ جو حقیقت میں حکمت آموز کا خزانہ ہے موسوم بہ



جسکو علامہ زمان مولوی محمد احسان اللہ صاحب نے یا کوئی دلیل مصنفی ہنگام
ضلع کوکچھور نے یا یا ر مطبع اودھ چار بھار و رات سلیس انگریزی سے اردو میں ترجمہ کیا

طبع میٹھی نوک شوق کا پورہ بہ و ز شامی
طبع میٹھی نوک شوق کا پورہ بہ و ز شامی



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

گر ٹریو ڈنمارک اپنے شوہر ہلیٹ شاہ ڈنمارک کے مرجانے سے بیوہ ہو گئی
اور اپنے بیوہ ہونے کے تھوڑے ہی دنوں بعد اپنے شوہر کے بھائی کلاڈیس سے
دوسرا نکاح کر لیا کلاڈیس بڑا ہی بدتمیز و بے رحم تھا اور ساری خلقت اسے بُرا کہتی
تھی۔ اور شاہ سابق کے اخلاق ظاہری و عادات باطنی سے اسے کوئی نسبت
نہ تھی۔ اسکی بد مزاجی و خبت باطنی نے سب کی نظروں میں اسے ذلیل و خوار بنا رکھا
تھا۔ ہلیٹ کا وقت مر جانا اور دو مہینے کے اندر ہی اسکی بی بی کا کلاڈیس کے ساتھ نکاح
ہو جانا لوگوں کو شک و بدگمانی کا باعث ہوا۔ چنانچہ لوگ یہی سمجھے کہ کلاڈیس اپنے بھائی
کے مرنے کا باعث ہوا۔ یہ اسکی زوجہ سے نکاح کر کے اور اسکی وسیعہ شانہ زادہ ہلیٹ
وارث تاج و تخت کو محروم کر کے خود سلطنت ڈنمارک پر قبضہ و تسلط کرے۔
لیکن سیکم کے اس فعل خلاف مصلحت کا اثر جیسا شانہ زادہ کے دل پر ہوا کسی اور
پر نہوا۔ یہ شانہ زادہ اپنے باپ سے بہت ہی الفت رکھتا تھا چنانچہ بعد اسکی وفات کے

اسکی محبت پرستی کو ذریعہ تسکین جانتا تھا۔ چونکہ یہ نہایت معائب الراس و بد رجب نہایت لاشعہ تھا اس لیے اپنی ان کی اس حرکت زبون کو دلمین گرہ باندھا۔ باپ کے غم نے اور ان کی شادی کر لینے کی شرم نے اسے ایسا سخت صدمہ پہنچا یا کہ فرحت و انبساط سے ایک سخت اسکا دل پھر گیا۔ کتب بینی سے کہ اسے کمال رغبت تھی اب کلیہ نفرت ہو گئی۔ سیر و تماشا میں کہ عالم شباب کے لیے ضروریات سے ہی تھوڑے دنوں تک بھی وہ نوجوان شاہزادہ مشغول نہ رہ سکا۔ غرض کہ شادی و خرمی اس کے پاس نہ آتی اور دنیا اسکی نظروں میں ایسی معلوم ہوتی گویا کسی نے جہنم میں سے اچھے اچھے پھول توڑ لیے ہوں اور درختان خور و چھوڑ دیے ہوں۔ ایسا نہ تھا کہ از روئے تحت نشینی و حقاری و رانت نے اسے ایسا سخت صدمہ پہنچا یا ہو۔ اگر اس نوجوان و بلند حوصلہ شاہزادے کے دلمین اسکا بھی زخم رہا ہوا اور محرومی سلطنت کو وہ باعث اہانت سمجھتا ہو، بلکہ اندر ہی اندر چھیدنے والا اور اسکی روح روان کا گھلائیو الایہ امر تھا کہ اسکی مان نے اس کے باپ کی یاد کو دل سے ایسا جلد بھلا دیا گویا کچھ دستکاری نہ تھا۔ اور باپ بھی کیسا کہ جس نے اپنی بی بی کے عشق و محبت میں جیتے جی کبھی فرق نہ آؤں اور جس کے سامنے وہ بگیم بھی ہمیشہ اسکی محبت کا اظہار کیا کرتی تھی اور تابع فرمان رہتی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ بھڑپا دشاہ کے اور کسی سے اسکو الفت ہی نہیں ہو۔ اور اب وہی مہینے میں اور شاہزادہ ہیملٹ کے نزدیک تو دو مہینے سے بھی کم میں اس کے چچا اپنے شوہر مردہ کے بھائی سے اس عورت نے نکاح کر لیا۔ ہر چند کہ فی نفسہ ایسے قریبی رشتہ دار سے بیاہ کرنا نامناسب و غیر مشروع تھا اس پر سے یہ ناشائستہ عملت اور اس مرد کی ہر جم طبیعت جسے اس نے اپنے تحت سلطنت و بستر خواب کا شریک بنایا تھا اور بھی باعث خرابی ہوئی۔ اس نوجوان دوزی رجبہ شاہزادہ کے دل پر جتنا رنج و الم اس واقعہ سے ہوا اگر ایسی ایسی دس سلطنتیں اس کے قبضہ سے نکل جاتیں تو اتنا صدمہ نہ ہوتا۔

اسکی مان گر ٹیوڈ اور پا دشاہ جدید نے اس کے بھلانے کے لیے بہتری تدبیریں کیں

مگر ایک بھی کارگر نہ مونی اور رات ہی لباس جو آسنے ایک دن پہنا تو اتناک آسے آتا نہاضیب نہوا
اور نہ وہ اپنی مان کی شادی کے دن مبارکبادی کے لیے آیا۔ اور نہ اس نامارک دن میں
(جیسا کہ وہ سمجھتا تھا) وہ محفل عیش و نشاط میں شریک ہوا۔

اس کا زیادہ دل تو اس سے کٹتا تھا کہ باعث موت اچھی طرح گھلتا نہ تھا۔ کلاڈیس کا
یہ بیان تھا کہ سانپ کے کاٹنے سے اس کا باپ ہلاک ہوا مگر اس کو یقین نہ آتا اور کہتا میرے
باپ کے لیے کلاڈیس سانپ بن گیا۔ اور صاف صاف کہتا کہ کلاڈیس نے تاج و تخت کے
لیے میرے باپ کو ہلاک کیا ہے۔ اور وہ سانپ جسے میرے باپ کو کاٹ کھا یا ہے جب کا
جی چاہے جا کر دیکھ لے کہ اس وقت اس کے تحت سلطنت پر بیٹھا ہوا ہے۔

جو کچھ اس کے دل میں تخیلات تھے اور اپنی مان کی نسبت وہ جو کچھ سمجھتا تھا کہ میرے باپ کی
ہلاکت میں یہ راز دان ضرور مٹی عام جو اس سے کاسکی حکمت اور رضامندی سے ہلاکت وقوع
ہوئی یا نہ ہوئی ہوا ایسے شے تھے جس سے اس کی روح پر صدمہ تھا اور بڑا ہی بچپن تھا۔

ہیملٹ کو یہ خبر ہو چکی کہ ایک صورت بالکل اس کے باپ شاہ متونی کے مشابہ دو تین رات سے
علی اتوار محل شاہی کے نیچے آدھی رات کے وقت سپاہیوں کو دکھائی دیتی ہے۔ سرے
پیر تک وہی ہتھیار لگائے جو شاہ متونی لگاتا تھا۔ اور دیکھنے والوں نے جسمین سے ایک
ہیملٹ کا درست ہو رانیا بھی تھا اپنے منظر کی صورت و وقت ظہور کی بابت اپنا اتفاق
ظاہر کیا۔ کہ وہ صورت ٹھیک بارہ بجے رات کو دکھائی دیتی ہے۔ رنگت زرد ہوتی ہے۔ اس کے
چہرے سے بہ نسبت ٹھنڈے رنج زیادہ ظاہر ہوتا ہے۔ وارسی ہیبت ناک اور رنگ بین

سبل سلورڈسی جیسی زریست میں دیکھی گئی تھی۔ اور چارسی باتوں کا کچھ جواب نہیں دیتا۔
ایک روز اپنا سر اٹھا کر کچھ کہا چاہتا تھا مگر غصہ سحر کی آواز سنی کچھ نہ بولا اور علی حوالہ نظر نہ دیا۔
ان کی باتوں پر شاہنشاہ کے کوکمال حیرت ہوئی اور خیال کیا کہ بیشک وہ میرے باپ کی
روح تھی۔ اور یہ ارادہ کیا کہ ایک روز خود ان سپاہیوں کے ساتھ جارات کو کیفیت دیکھے

اور یہ تصور کیا کہ اس طرح ظاہر ہونا بلا کسی وجہ کے نہیں ہے۔ ضرور ہو کہ کوئی بات کہنے کو اُسکا جی چاہتا ہو۔ اور گو وہ اُسے کچھ نہ بولا۔ مگر میں جاؤنگا تو مجھ سے ضرور کچھ کہیگا۔ یہ سوچ سمجھ کر وہ اُس انتظار میں بیٹھا کہ رات ہو تو چکر اُسکا مشاہدہ کرے۔

جب رات ہوئی شانزادہ ہیلیٹ ہو ر اٹھا اور ایک شخص مرسلس نامے کو اپنی محافظت کے لیے ساتھ لے اُس فنیل پر پہونچا جہاں کئی بار وہ صورت دکھلائی وہی جتنی جہاز سے کی رات جتنی اور خلاف دستور اُس رات ایسی سرد و تیز ہوا چلتی تھی جسے کوئی شے بدن میں چھبر رہی ہو۔ ہیلیٹ اور تہو ر اٹھا اور وہ تیسرا ساتھی تینوں باہم کچھ سردی کی شکایت اور جہاز سے کے تذکرے کر رہے تھے کہ تہو ر اٹھا بولا دیکھا وہ سایہ کی طرح کچھ آ رہا ہے اور یہ سنکر سب خاموش ہو بیٹھے۔

اپنے باپ کی روح دیکھ کر پہلے تو شانزادہ متحیر و خوف زدہ ہوا۔ اور ملا نام آسمانی سے استمداد چاہی کیونکہ اُسے کیا علم تھا کہ وہ پاک روح ہے یا ناپاک۔ اچھائی کے لیے آئی ہے یا بُرائی کے لیے۔ لیکن رفتہ رفتہ اُسکی جرات بڑھنے لگی اُسکے باپ کے دکہ وہ روح اُسکے باپ کی شکل میں اُسکے پاس آئی تھی، ایسی توجہ و مہربانی سے اُسکی طرف دیکھا کہ گویا کچھ کہا چاہتا ہے۔ اور ویسا ہی پیش آیا۔ جیسا حالت بے ہوشی میں۔ یہ دیکھ کر شانزادے سے سکوت نہو سکا اور کہا بابا ہیلیٹ شاہ پہلے یہ تو بتلائیے کس وجہ سے آپ نے اپنی قبر کو جہاں ہم لوگوں نے آپ کو دفن کیا تھا چھوڑ دیا اور کیوں سطح ارض پر چاندنی کے کھیت میں آپ سیر کر رہے ہیں۔ اگر ممکن ہو تو اُسکا جی جواب دیجیے کہ بعد مرنے کے آپ میں قوت رفتار پھر کیونکر حاصل ہوئی تا ہم لوگوں کا انتشار رفع ہوا اور طمانیت حاصل ہو۔ اور آپ کی روح کے آرام رسانی کا کوئی ذریعہ اگر ہم لوگوں کے ہاتھ میں ہو تو آپ فرمائیے کہ ہم لوگ ذریعہ نکر نیگے۔ اس شکل نے شانزادہ ہیلیٹ سے اشارہ کیا کہ چلو ہم تم کچھ دو رنگی چلین جہاں کوئی تیسرا نہو۔

ہوڑاٹیا اور مرسل ڈرے کہ ایسا نہ ہو کہ یہ کوئی خبیث روح ہو اور شانہراوے کو دریا کے کنارے یا کسی خوفناک ٹیلے پر لیجا کر کسی ایسی متوحش صورت میں دکھائی دے کہ شانہراوے ڈر جائے یا بیہوش ہو جائے اور شانہراوے کو اُسکے ساتھ جانے سے منع کیا مگر اُنکی رازنی اور التبا میں شانہراوے کو اُسکے قصد سے نہ پھیر سکیں۔ اور شانہراوے کو اپنی جان کا ذرا بھی خطرہ نہ آیا اور کہا جب یہ روح اور میری روح لافانی ہونے میں دونوں برابر ہیں تو پھر ایک دوسرے کو کیا صدمہ پہونچا سکیگی۔ اُنھوں نے بتیرا چاہا کہ کچھ دیکھیں جانے نہ دیں مگر وہ نہ تھا اور اُنھیں جھٹکا کر کرہبادراندہ شیروں کی طرح آگے بڑھا اور سایہ کی طرح اُس سایہ کے ساتھ ساتھ ہو گیا۔

اور جب وہ دونوں دور نکل گئے تو اُس صورت نے بیان کیا کہ میں تیرے باپ شاہ سہلیٹ مقتول کی روح ہوں جسے تیرے چچا سہلیٹ مقتول کے بھائی نے بہ طمع کج و فرائش قتل کیا شانہراوے نے اس بیان سے اپنے قیاس کی تصدیق پائی اور صورت قتل یہ ہے کہ وہ موافق دستور خانہ باغ میں دن ڈھلے سورہا تھا کہ اُسکا دھڑکا باز بھائی آیا اور ایک ایسا زہر ملا عرق اُسکے کان میں چھوڑا جو مزاج انسانی کے بالکل معاند اور جسے کان میں پہونچتے ہی سیاب کی طرح فوراً تمام رگ و پے میں اپنا اثر پھیلا یا اور خون کو جلا دیا جسکے اثر سے تمام بدن کی کھال پھٹ گئی اور مجذوم ہو گیا اور ہنوز خواب سے بیدار بھی نہ ہونے پایا تھا کہ اُس سر میں اتنا اثر دوانے سخت و فرائش و جان غریب سے اُسکی سفارقت کرائی۔ اور اُس صورت نے شانہراوے سے بتا دیا کہ اُسکا کچھ بھی جان بادشاہ مقتول سے اُلٹ ہوگی تو اس قتل ناحق کا بدلہ لے بغیر تم نہ رہو گے۔ اور یہ بھی کہا کہ جاسے افسوس ہے تمھاری مان نے اپنے شوہر قدیم کے احسانات کو بالکل دل سے جلا دیا اور اُسکی موت سے خوش ہوئی کہ اُسکے قاتل سے بہ طیب خاطر اپنا بیاہ کر لیا۔ اپنے چچا سے تم جھگڑا مستعد کی

اس قتل کا بدلہ لے سکو بدلہ لینا دیرینہ نکرنا اگر اپنی جان سے نہ بولنا اور اس کو اللہ کے حوالے کرنا کہ بروز قیامت اس سے اس کا عوض لیا جائیگا لیکن اس سے یہ بھی مطلب نہیں ہے کہ تم اسے برا و بد کار نہ جانا بلکہ ہمیشہ اس کی طرف سے اپنے دل میں خار رکھنا۔ شانہ زوے نے اس صورت سے وعدہ کیا کہ جس حد ایات مندر بہہ بالا ہیں وہ اس کے حکم کا کار بند ہوگا اور وہ صورت یہ سب کہ شکر نظروں سے غائب ہو گئی۔

جب بھلیٹ تنہا رہ گیا تو اس کی عجب کیفیت ہو گئی کہ بتنی باتیں اس کے خیال میں تھیں اور جو کچھ تجربے کتب بینی اور اپنے ذاتی شعور و فکر سے حاصل کیے تھے سب یکدم فراموش ہو گئے اور بغیر اس سایہ کی فحاشی من کے اور کوئی شے اس کے دل و دماغ میں باقی نہ رہی۔ اس کے بعد بھلیٹ کو وہ باتیں یاد پڑیں جو سہرا ٹیسا سے ہوئی تھیں اور قریشی اور مارٹلس دونوں کو تاکید کی کہ یہ راز ہرگز فاش نہ ہونے پائے۔

بھلیٹ سست و آزار نہ دلی تو تھا ہی اس وحشت انگیز صورت کے دیکھنے پر اور جی رہی تھی کہ کھیر خاصہ مضبوط احساس بن بیٹھا اور یہ اندیشہ پیدا ہوا کہ اگر میرے چچا کو معلوم ہوا کہ بھلیٹ میرے برخلاف کوئی تدبیر کر رہا ہے یا یہ کہ بھلیٹ کو اپنے باپ کے مرنے کی کیفیت جسکو میں نے مخفی رکھنا چاہا تھا کسی طرح معلوم ہو گئی تو بہت ہی بد نتیجہ پیدا ہوگا اور یہ علم ہمیشہ کے لیے میری طرف سے اسے بدگمان و بدظن رکھنے کے لیے وجہ قائل ہوگا۔ اب بھلیٹ نے بے مصلحت وقت اپنے آپ کو پاگل بنانا نہایت ہی مناسب سمجھا کیونکہ اضطراب دل کے منہ سے گھٹنے کے لیے اس سے عمدہ دوا کوئی تدبیر نہ تھی اور مفادہ دلی تک پہنچنے کے لیے اس سے بہتر کوئی دوا نہ تھی صورت نہ تھی۔

اچھے وقت سے بھلیٹ نے طرز لباس اور کھانسی و انداز رفتار کو ایسا بدل دیا جس سے جان و حشمت و دیوانہ بن برسنے لگا اور بادشاہ بیکم کو دھوکا ہوا اور وہ بھی

کہ یہ واقعی پاگل ہو گیا ہے۔ بھلا وہ اس رنر کو کیا سمجھتی کہ باپ کے غم و ماتم نے اسکی کیفیت بنا رکھی ہے کیونکہ اس سایہ کی کیفیت سے (جو اسکا اصلی باعث تھا) وہ بالکل ہی ناواقف تھی بلکہ وہ یہ سمجھی کہ مرض عشق نے اسکی یہ صدمہ بنا ہی ہے اور یقین کر لیا کہ میری تشخیص صحیح ہے۔

قبل اسکے کہ ہلیٹ اس آفت میں (جبکا ذکر ہم اوپر کر چکے ہیں) گرفتار نہ ہوتا ایک حسین عورت اوفیلیا نامی کی طرف جو پور لوٹیس وزیر اعظم کی دختر تھی مائل ہو گیا تھا۔ حتیٰ کہ ایک بار ہلیٹ نے چلے و دیگر نشانات محبت کے ساتھ اسکے پاس ایک خط بھی بھیجا تھا۔ غرض کہ بعنوان شایہ معشوق و محبت کے چہ چہ فیما بین آپسکے تھے اور اس عورت کو یقین ہو گیا تھا کہ شانہ زادہ سچے دل سے مجھے چاہتا ہے۔ اب یہ آفت حسین شانہ زادہ مبتلا تھا ایسی ہیڈ صوب نکلی کہ اسنے اس عورت کی یاد کو بھی اسکے دل سے بھلا دیا۔ و بانیہا رسید کہ جب سے اس مصنوعی جنون کی تجویز اسنے اپنے دل میں ٹھانی تب سے بڑی ہی کج خلقی و نامہربانی کو کام فرمانے لگا۔ مگر وہ نیک نہاد عورت بجائے اسکے کہ ان بے اعتنائیوں پر کچھ برا بھلا کہتی۔ اسکی نامہربانیوں کو ناپائدار جانتی و سمجھتی کہ یہ محض اسکی بیماری کا سبب ہے کہ بہ نسبت پہلے کے اب میرے حال پر کسی قدر بے اتفاقی و کلم تو بھی رکھتا ہے۔ اور اسکی جودت طبع و خوبی ذہن کو خوش گھنٹوں کی آواز سے نسبت دیتی اور کہتی کہ گو گھنٹیاں فی نفسہ ایک بڑی ہی عمدہ نعمت و سرود پیدا کرتی ہیں۔ مگر جب شور و غل ہو یا بے احتیاطی سے آپر ہاتھ پڑے تو اسوقت بجز اسکے کہ ایک سخت و ناگوار آواز نکالیں وہ اور کیا کر سکتی ہیں۔

ہلیٹ کا اپنے دل میں یہ ٹھان لینا کہ خون پدر کا بدلہ لے۔ گو ایک ایسا قصیدہ اہم تھا جس نے اسے اس امر کی اجازت نہ دی کہ کچھ روز اس عورت کے ساتھ رہ کر لطف زندگی حاصل کرے یا اس فعل نعوین جیسا کہ اب وہ عشق کو سمجھنے لگا تھا

اپنے آپ کو مشغول کر کے چند روز باسائش بسر کرے مگر پھر بھی اسے اپنے دل پر ایسا
 تابو نہ تھا کہ اس میں آونیلیا کا خیال خوشگوار آنے نہ پاتا نہ چٹانچہ اٹھین دنوں میں اس
 نیک نہاد عورت کے مقابلے میں اپنے اس عتاب ناحق کو غیر مناسب سمجھ کر نام و
 پیمان ہوا اور بڑے تپاک کے ساتھ ایک خط اسکے نام تحریر کیا جسکی عبارت سے
 کاتب کی وحشت و دل سوزی بکلی بڑتی تھی اور جسکے دیکھنے سے آونیلیا کو بڑی خوشی حاصل
 ہوئی اور وہ سمجھی کہ اس گئی گذری حالت پر بھی آنکے ولیمین جتنی میسر می عزت و
 وقعت ہے دوسرے کی نہیں۔ اس خط میں لکھا تھا کہ ستارون کو تار یک و
 آفتاب کو غیر متحرک مان لینا آسان۔ صدق کو کذب سمجھ لینا سہل مگر یہ سمجھنا جملت
 آونیلیا کا عاشق زار نہیں ہے محال و غیر ممکن ہے اور ایسے ہی اور بھی بہت سے
 بے چوڑے فقرے اس خط میں لکھے ہوئے تھے۔ آونیلیا نے حسب دستور اس
 خط کو اپنے باپ کی خدمت میں پیش کیا جسے بادشاہ بگیم کی خدمت میں اس خط کا
 پیش کرنا نہایت ہی ضروری سمجھا۔ بادشاہ بگیم کو اس خط کے دیکھنے سے حق لہنتین
 کا مرتبہ حاصل ہو گیا اور وہ سمجھے کہ بیشک اس جنون کی علت یہی عشق خانہ خراب ہے
 اور بگیم اس وقت یک گونہ مسرور بھی ہوئی کیونکہ آونیلیا کی حسن طبیعت کو وہ اس قابل
 سمجھتی تھی کہ اسکا اثر صحبت شانرا دے کو اصلی حالت کی طرف باسانی پیہر سکتا ہو۔
 مگر شانرا دے کا جنون ایسا نہ تھا جیسا کہ آونیلیا نے سمجھا تھا یا جبکا دفعیہ اس طرح
 ممکن ہوتا کیونکہ صورت پدری کا خیال اسکے ولیمین ایسا نہیں جاتھا کہ اس میں
 دوسرے خیالات کو گنجائش ہو سکتی۔ اور قصاص خون پدر کا تصور ایسا نہیں
 نہیں ہوا تھا کہ بدلے بغیر آسے چین لےتا۔ اور اس تاخیر کے ہر مظلون کو
 بڑی مصیبت و حکم پدر کی بڑی نافرمانی نہ سمجھتا۔ لیکن بادشاہ کا قتل کرنا جسکے ساتھ
 ہر وقت نزار و نرمان مفاظ تھے کوئی آسان امر نہ تھا اور اگر یہ آسان ہوتا تو بگیم

سیلٹ کی ماں کا ہر دم پادشاہ کے پاس رہنا اور ایک لحظہ کے لیے بھی اس سے جدا ہونا ایک ایسا نغمہ قومی تھا جس کا علاج شانہرا دے کے اختیار سے باہر تھا۔ کبھی کبھی شانہرا دے کو اپنے اس ارادے سے کیسے قدر زبردست بھی اٹھانی پڑتی تھی جب وہ یہ خیال کرتا تھا کہ صاحب سلطنت کسکی ماں کا شوہر ہے۔ غرض کہ انھیں مولیٰ سے اس کے مقصد دلی کی عمر روز بروز گھٹتی جاتی تھی۔ ماسوا کے ایک بنی آدم کا قتل کرنا ہی ایک ایسا فعل مذہم تھا کہ شانہرا دے کے نظریاتی حسن طبیعت کے بالکل معاندہ سراسر خلاف ایک تو وہ چار تھا ہی اور سب سے اس شہر مری نے جو اچھے دین جگہ پڑ کر عرصے سے اسے متروک و بھرا رہا تھا اب ایسا ضعیف و ناتوان کر دیا کہ بجز صاحب فراش ہونے کے اور کوئی چارہ نہ تھا۔ بڑے بڑے ایک دوسرا سوچ یہ لاحق ہوا کہ جس صورت کو میں نے دیکھا تھا کیا فی الواقع وہ میرے ہی باپ کی طرح تھی۔ کہیں ایسا تو نہ کہ وہ کوئی غیبی آ یا جو جسکی نسبت میں نے منہ سے کہہ دی تھی۔ صورت کی ایک ایسی قوت اس میں دیکھی کہ جس نسبت میں وہ چاہے اپنے کو ظاہر کر سکتا ہے۔ کیا بید ہے کہ میرے باپ کی صورت میں آئے اپنے آپ کو ظاہر کیا ہوتا چند روز تک مجھے حیران و پریشان کر کے قتل ایسے فعل شیعہ کا مجھ سے ارتکاب کر گئے۔ اور اب شانہرا دے کو یہ فکر و امن گیر ہوئی کہ علاوہ ان وہیت تصورات کے کہ محض ایک خیالی بائیں بھین خون پدر کے قصاص کے لیے اور بھی چند جھوٹ اور دیوانہ کو بہم پہونچا کر بخوبی اطمینان خاطر کر لینا ضروریات سے جو انھیں و نفع میں کہ ہمکیت کو یہ سب تردوات لاحق تھے اتنا قانون کا ایک گروہ اس شہر میں وارد ہوا جسکی نیتیں سنکر وہ بہت کچھ خطا اٹھا۔ اعلیٰ انھیں صواب کبھی انھیں سے کوئی ایک خاص حکایت غم شاہ طراعی سہمی یہ کہ کی موت کا حال مع اسکی بی بی ہی کیو با کی گریہ و زاری کے بیان کرتا۔ شاہرا دے نے

اس حکایت کو سنکر نقانون کے طرز بیان کی داد دی اور قندمکر کا فرہ سینے کے لیے دوبارہ سننے کی التجا کی۔ نقانون نے تعمیل ارشاد کی اور دوسری بار ایسے لطف کے ساتھ اس بیچارہ بڑھے بادشاہ کا مارا جانا، آتش رزگی شہر و باشندگان شہر کا برباد ہو جانا اور پھر اسکی بدمعاشی کی گریہ و زاری کہ کس طرح وہ برہنہ پا کوسٹے پر دوڑتی پھرتی تھی اور اسی حالت میں کبھی کبھی بھر لکڑی کے ساتھ نیچے اتر آیا کرتی تھی جس سے تاج فرسائی کبھی جدا ہوا تھا اسوقت ایک بھٹی سی دھبی کپڑے کی اس سر پر کس طرح غم و ماتم برسا رہی تھی جس بدن سے لباس شاہانہ کو زیب و زینت حاصل ہوتی تھی۔ اس حالت میں ایک کمل سے جس سے پورے طور پر کمر بھی نہیں ڈھپ سکتی تھی کس طرح اسکے بدن پر غریت و پریشانی چھا رہی تھی۔ غرض کہ اس عنوان سے بیان کیا کہ جسے صرف حصار انجمن ہی کی آنکھ سے جھکے سامنے آنکے طرز بیان نے گویا اس واقعہ کی تصویر لاکھڑی کر دی تھی آنسو نہیں ٹپکے بلکہ خود ان نقانون کا بھی دل بھرا یا اور بے اختیار آنسو نکل آئے۔ شانہزادے نے سوچا کہ نقانون کی محض طلاقت لسانی تو سننے والوں کے دل میں ایسا ولولہ و جوش پیدا کر دے کہ بے دیکھے بھاگے ایک ایسے شخص کے حال پر رونے کے لیے مجبور کرے جسکو مرے ہوئے کئی سو برس کا عرصہ گزرا۔ واسے بر حال مجھ ایسے کم ہمت و بے مصرت شخص کے جسکے پاس جوش دلانے والے اصلی اسباب و سببے و لوے یعنی بادشاہ کی موت اور بادشاہ بھی کیسا کہ پدر جان نثار موجود ہیں مگر میرے دل میں تھوڑی سی بھی حرکت پیدا ہو اور قصاص قتل پدر یون نسیان کے شش و پنج میں پڑا ہے۔ شانہزادے نے جب اس نقل اور ان نقانون پر بغور لحاظ کیا اور اس اثر کو جو اچھی نقلوں سے سامعین کے دل پر ہوتا ہے بھکر سوچا تو اسے چند مثالوں کے حالات یاد پڑے کہ جنہوں نے کوئی مقتول دیکھا اور محض

اُسکے دیکھنے سے اور آسمین اپنے فعل مرکبہ کے مشابہ پانے سے اگلی کیفیت ایسی بدل گئی کہ گویا زبان حال سے وہ اپنے جرم کا اقرار کیے دیتے ہیں۔ اور آسنے قصد کیا کہ ان نقالوں سے اپنے والد کے موت کی ایسی کوئی نقل چپا کے سامنے کرانے اور بغور دیکھنے کہ اُسکے سننے سے چپا پر کیا اثر ہوتا ہے کیونکہ اگر اُس نے قتل کیا ہوگا تو اس سے ٹھیک ٹھیک معلوم ہو جائیگا۔ چنانچہ آسنے حکم دیا کہ ایسی نقل آج کیجائے اور اس محفل میں بادشاہ بیگم بھی ملانے جائیں۔

نقالوں نے ایک قتل کی نقل کی جو اٹیا کے ایک نواب پر ہوا تھا نواب کا نام گاروگجو اور اسکی بیگم کا نام سب لٹھا تھا۔ نقل میں یہ بیان کیا گیا تھا کہ لشی لشی نے کہ نواب کا ایک قریبی رشتہ دار تھا سلطنت لینے کی طے سے بلخ میں بحالت خواب کس طرح نواب کو درہر دیا اور پھر اس قاتل نے تھوڑے ہی عرصے میں کیونکر اسکی بیگم سے بیاہ کر لیا۔

جبوقت یہ نقل شروع ہوئی اسوقت بادشاہ کہ اس حکمت عملی سے بالکل ناواقف تھانے اپنی بیگم و جمیع اراکین دولت کے اس مقام پر موجود تھا اور شانہراہہ اُسکے پاس بیٹھا ہوا بغور اُسکے چہرہ کو دیکھ رہا تھا کہ اُسکا کیا رنگ ہے۔ ابتدا سے نقل میں گاروگجو اور اسکی بیگم کی اخلاط کی باتیں بیان کی گئیں جس میں بیگم نے بڑی شد و مد سے اپنی الفت کا اظہار کیا اور کہتا تیرے جیسے جی تو کیا تیرے مرنے پر بھی کبھی دوسرے مرد کاٹھہ دیکھنا میں صراحت سمجھتی ہوں۔ نعمت ہے مجھے اگر تیرے بعد کسی دوسرے شوہر کاٹھہ دیکھنے کا ارادہ میرے دل میں ہو کیونکہ اٹھین بد ذات عورتوں کا یہ فعل ہے کہ جو شوہر جدید کی خوشی میں اپنے شوہر قدیم کے ہلاک کرنے میں بے باک ہوتی ہیں۔

شانہراہہ نے جو بغور دیکھا تو معلوم ہوا کہ اس سننے سے بادشاہ کی رنگت میں کس قدر فرق آگیا اور شاہ و بیگم دونوں اس عنوان نقل سے ایسے بدول ہوئے جیسا کہ گرم چوبی

دیکھنے سے کسی کی طبیعت متاثر ہو جاتی ہے۔ لیکن وہ نقال جب وہاں پہنچے جہاں شہنشاہ نے گانزلیکو کو بجالت خواب خانہ باغ میں زہر دیا تو اس ناصب سلطنت کے دل پر اس مصنوعی قصہ نے جو اس کی اصلی سرگزشت یعنی اپنے بھائی کو زہر دیکر ارڈاٹنے سے بالکل مشابہ تھا ایسا اثر پیدا کیا کہ وہ اس قابل نہ رہا کہ تا اختتام قصہ سب مغل میں بیٹھا رہنا۔ چنانچہ دفعۃً اپنے کمرے میں روشنی کرنے کا حکم دیکر اُن اُن کرتا اور عداوت طبع کا بہانہ کرتا ہوا ایک بارگی تماشہ گاہ سے اُٹھ گیا۔ بادشاہ کے اُٹھ جانے سے وہ نقل تو بند ہو گئی مگر شاہراہ سے کی پوری تشریف و مجمع ہو گئی کہ اس سایہ کی باتیں بالکل صحیح تھیں اور اس میں کوئی وجہ نہ تھی۔ اور بجالت خوشی کہ کسی ویم و شک کے موقع دروغ ہو جانے سے انسان کو عموماً لالچ ہوتی ہے ہو تراٹیا سے قسم کھا کر کہا کہ مجھے اس سایہ کی باتوں پر پورا پورا اعتماد آج حاصل ہوا۔ مگر قبل اسکے کہ وہ قصہ پورے کے لیے کوئی تدبیر نکالتا اُن تذکروں نے جو مان کے کمرے میں مان بیٹھے ہیں ہوئے پوری طرح بوضاحت بتا دیا کہ اسکے چچا نے جسے اس کی مان نے بھیجا تھا خانہ باغ میں سوتے ہوئے اسکے باپ کا کام تمام کیا۔

اس امر کے دریافت کرنے کے لیے کہ ہلیٹ ہم دونوں آدمیوں سے نجات دستور قدیم آج کل کیوں آزرہ دل رہا کرتا ہے بگیم نے بہ ایما شاہ ہلیٹ کو بلوایا اور چونکہ بادشاہ کو یہ تمنا تھی کہ جو کچھ تذکرے وہاں ہوں انھیں میں بھی سنوں اور یہ بھی کھٹکا تھا کہ شاید اس کی مان نقل ماجرے میں طرفداری کو راہ دے اور صاف صاف کھٹکے دے کہ ہلیٹ کے منہ سے کیا کیا الفاظ نکلے اور وہ ہلیٹ کے دلی ارادوں کا حال سننا نہایت ضروری سمجھتا تھا اس لیے اس نے یو لو میں نامے ایک پرانے نقشیر سلطنت کو حکم دیا کہ بگیم کے حجرے میں جا کر پردوں کی اوٹ میں چھپ رہے اور سنے کہ کیا باتیں ہو رہی ہیں۔ اس قسم کی چالاکیاں کے لیے یو لو میں کو یا خاص کر موضوع تھا کیونکہ ان میں پید گونہیں

اُسے اتنی غمگزاری تھی اور اوائل عمر سے سلطنت ہی کے کاروبار سے اُسے تعلق تھا اور مکر و فریب کے ساتھ کام نہ کھانے میں اسکا بہت ہی لگتا تھا۔

ہیلیٹ آیا تو بیگم نے اُس سے ایسی باتیں شروع کیں جس سے درپردہ ہیلیٹ کے افعال و چال چلن پر الزام عائد ہوتا تھا۔ اور کہنے لگی کہ تم اپنے باپ کے مقابلے میں ٹہری بے ادبی و گستاخی کرتے ہو کیونکہ جب میں نے تمہارے چچا سلطان وقت سے بیکارج کر لیا تو تم کو چاہیے کہ اسے مثل اپنے باپ کے تقدیر کرو۔ ہیلیٹ باپ کا نام سنکر بہت آزر زدہ دل ہوا اور کہا کہ باپ ایسے مغرور و پیار سے لفظ کو تم ایسے غیبت کی نشان دہی میں استعمال کرتی ہو جبکہ درجہ سیری نظرون میں قاتل پیر کے درجہ سے ہرگز ٹھیک نہیں و ترش رو ہو کر جواب دیا کہ میں تو نہیں مگر تم البتہ میرے باپ کے مقابلے میں بہت بڑی بے ادبی کی ترکیب ہو چکی ہو۔ یہ سنکر بیگم بولی کہ تمہارا جواب محض یہودہ و ناقابلِ سماع ہے جبکہ جواب میں ہیلیٹ نے کہا تمہارے لیے ایسا ہی جواب مناسب ہی بیگم نے کہا کیا تم یہ بھی بھول گئے کہ تمہارا مخاطب کون ہے۔ ہیلیٹ نے کہا میں بھولا تو نہیں مگر چاہتا ہوں کہ شہل جاؤں۔ میں جانتا ہوں کہ تم بیگم ہو اپنے برادر شوے کی بی بی ہو اور میری ماں ہو مگر بہتر یہ کہ آپ میری ماں نہ ہوں۔ بیگم نے کہا کہ اگر تم ایسی ہی۔ بے ادبی سے پیش آتے ہو تو جا کر ایسوں کو بھیج دیتی ہوں کہ بخوبی تمہارے ساتھ گفتگو کر سکیں اور آٹھ کھڑی ہوئی کہ بادشاہ یا پوٹو نہیں کو جا کر بھیج دے۔ لیکن ہیلیٹ اُسے کب جانے دیا اسکی دی خواہش یہ تھی کہ جب تک اسکو تنبیہ نہ کر دے کہ کتنی بڑی مائت میں اسکی زندگی ہے اسکو اٹھنے نہ دے چنانچہ بیگم کا ہاتھ پکڑ کر قیامت ہونے لگا روک دیا جس سے نواہ خواہ بیگم کو بھینا پڑا۔ شاہزادہ سے کہ اتھان ہی نہ بناؤ سے تو بیگم متعجب تھی ہی اب یہ حرکت دیکھ کر کسی قدر خوف زدہ بھی ہوئی کہ میاں اپنے جنون میں کسی حرکت فلان شان کا ترکیب نہ ہو اور بہ نظر احمد او شوریٰ یا بیگم کے

شور مچاتے ہی پردہ کی اوٹ سے وہ بیکم کو بچاؤ بیکم کو بچاؤ کی آواز آئی جسے سُنکر بھلیٹ
 کو گمان تو یہ ہوا کہ بادشاہ اس پردے کی اوٹ میں چھپا کھڑا ہے اور فوراً کھڑکوں کو
 سوت لیا اور جس طرف سے یہ آواز آئی تھی اسی طرف پرک کر ایسا ایک دوا کر لیا۔ کہ
 بھاگتے چھوڑے پر بھی کوئی اس طرح بیدار نہ ہوتا تھا نہ چھوڑیگا حتیٰ کہ اس آواز کا آنا
 بند ہوا اور بھلیٹ نے سمجھا کہ زخم کاری لگا۔ مگر جب قریب اگر لاش کو چھپاتا تو
 معلوم ہوا کہ یہ بادشاہ نہیں ہے بلکہ پُرانا شیر سلطنت پونوں میں ہے کہ جاسوسی کے
 لیے پردے کی اوٹ میں آکھڑا تھا۔ بیکم یہ اجڑے دیکھا گھبرائی اور بولی
 ہے ہے کیسا بیدار روی و بیا کی سے قتل کیا۔ بھلیٹ نے کہا ان کیا بیدار روی کا
 قتل ہے کچھ ہی ہو مگر چھپر بھی تمہارے فعل سے اچھا ہے کہ بادشاہ کو مار کر تھے بے تکلف
 اسکے بھائی سے نکاح کر لیا۔ بادشاہ زادے نے صاف صاف کہنا شروع کیا
 اور اب یہی دلیں خان کی کہ کچھ کہنا ہو بے تکلف کہو ایسے۔ والدین کے قصور کو اس
 قابل ہوتے ہیں کہ اس سے چشم پوشی نہ کون کے لیے سعادت مندی خیال کیا جائے
 مگر جب وہ کسی بڑے جرم کے مرتکب ہو جائیں تو ان کے متا بے میں ان کے لڑکوں کا
 پنختی پیش آنا قابل عفو ہے کیونکہ وہ پنختی ان کی بہتری کا عمدہ ذریعہ و راہ راست پر
 لانے کے لیے اچھا وسیلہ ہے۔ اور اس پنختی کو ملامت و توہین پر محمول کرنا بڑی غلطی
 ہے۔ اس خدائے شائراؤ سے نے بڑی دل سوزی سے بیکم کو نصیحت کرنی شروع
 کی کہ شاہ مرحوم کی وفات کے بعد بایں عجلت نکاح کر لینا تم ایسی عورت کے لیے
 کہ اپنے پہلے شوہر سے کیا کیا قول و اقرار و عہد و پیمان اس بارے میں تنہا کیے
 تھے ایسا غیر مناسب ہوا کہ میرے دل سے تمام عورتوں کے قول و فعل کا اعتبار
 جاتا رہا اور معلوم ہوا کہ انکی ساری خوبیاں بناوٹ و مردم فریب ہیں اور انکی باتیں
 جوار یوں کی قسم سے بھی زیادہ تر ناقابل وثوق ایمان کو یہ سب محض ایک کھلو اڑو

عام پسند باتوں میں سے خیال کرتی ہیں۔ تمھاری اس حرکت پر آسمان وزمین بھی خجلت
 وکدر سے یہ ہلکے دو تصویر بن نکال کر سامنے رکھیں جس میں سے ایک شاہ مرحوم اسکے
 شوہر قدیم کی قدیم شبیہ تھی اور دوسری سلطان وقت اسکے شوہر جدید کی اور کس
 ”بسکیم“ ان دونوں کو مقابلہ کرو دیکھو تو میرے باپ کی آبرو سے کیسے آثارِ شانت
 و بزرگی پیدا ہیں۔ واہ کیا نورانی چہرہ ہے۔ بال کیا ہیں آپس کی زلفیں ہیں۔ پیشانی
 کو دیکھیے گویا ستارہ زبرہ چمک رہا ہے۔ چشمِ خورشید کے آگے جلاؤ فلک بھی مات ہو
 و زبر چہرے کو تو بنو دیکھیے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا کوہِ فلک منزل کی اوٹ سے عطار
 نے منہ نکالا ہے۔ دیکھو ہی تمھارا پہلا شوہر ہے۔ اور پھر دوسری تصویر کی طرف
 اشارہ کر کے کہا کیا ایسے کو تھے اسکی جگہ قبول کیا ہے کہ جلی صورت دیکھنے سے یہ
 معلوم ہوتا ہے کہ کوئی بلایا از قسم غیبت ہے اور کیا ایسے بد ہیئت کے لیے اسکے
 خوبصورت بھائی کے خون کو روا رکھا بیٹھے کی ان بیباکانہ گفتگوؤں سے بگیم بہت ہی
 شرمندہ ہوئی اور بیٹے کی نظروں میں اپنے کو ذلیل و خوار دیکھ کر بہت ہی ناوم ہوئی۔
 شاہزادے نے پھر کہا ایسے آدمی کی صحبت جس نے تمھارے شوہر کو قتل کر کے
 بغضبِ سلطنت کا مالک بن بیٹھا تم کیوں کر روا رکھتی ہو اور اسکی بی بی بننا کیوں کر گوارا
 کرتی ہو۔ یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ رفتہ ایک مرد بغضب اسکے باپ کی سی صورت جیسا کہ
 پہلے بھی ایک بار وہ دیکھ چکا تھا اس مکان میں سامنے سے آیا۔ ہتھکٹ نے ڈرتے
 ڈرتے اس سایہ سے پوچھا کہ آپ کا بہانہ کیوں کر آتا ہوا۔ سایہ نے جواب دیا کہ میں
 تھیں یا دولانے آیا ہوں کہ باوجود قتل و اقرار و وعدہ شکم کے تھے اب تک میرے
 قتل کا بدلہ نہ لیا۔ شاید تلو میری تاکید کا خیال نہ رہا۔ دیکھو اپنی مان کی خبر لو ایسا نہ
 لے اسیلو۔ ایک یونانی یونانی کا نام ہے کہ آیام جاہلیت میں اہل یورپ بہت خوشنویان کو اس ہوشیارت
 چنانچہ وہی دستور اب تک چلا آتا ہے بعض بعض شخصیتیں اس تشابہ کا استعمال اپنی تعریف میں روا رکھتے ہیں۔

کہ اس رنج و یاس میں یہ اپنی جان دے۔ یہ کہ نہ کروہ صورت نظرون سے غائب ہو گئی۔
 گو بچہ شاہزادے کے وہ کسی کو دکھائی نہ دی۔ اور یہ ایک ایسی حالت تھی کہ دکھا کر یا
 سن کر اگر کسی طریق سے شاہزادہ اپنی ماں کو جسے شاہزادے کو بلا کسی مخاطب کے اپنے
 آپ باتیں کرتا ہوا دیکھ کر تھوڑے عرصے میں ہی یقین نہ دلا سکا کہ میرے باپ کی روح اُٹ
 یہاں آئی تھی۔ اور یکدم نے شاہزادے کی اس حرکت کو غلط و غلطی پر محمول کیا۔
 شاہزادے نے ہاتھ جوڑ کر عرض کیا کہ یکدم صاحبہ آپ میری اس حرکت کو جفون سے
 تعبیر نہ کیجیے بلکہ سمجھیے کہ یہ آپ ہی کی خطاؤں کا نتیجہ ہے کہ میرے باپ کی روح کو ہر دنیا میں
 آنا پڑا۔ اگر سیری بات پر رونق ہو تو نبض دیکھ لیجیے دیکھیے دیوانوں کی نبض کی ایسی ہی
 رفتار ہوتی ہے۔ تھارے لیے ہی میں بہتری ہے کہ اپنے گناہوں سے توبہ کرو اور
 آئندہ کے لیے بادشاہ کی محبت سے احتیاط کرو اور اس سے کسی قسم کا تعلق نہ رکھو جب
 تم میرے باپ کا خیال اپنے دل میں رکھو گی اور میں اپنے اوپر تھاری شفقت دیکھو گا
 تو میں بھی تھاری خیر خواہی و دلجوئی میں کوئی دقیقہ باقی نہ رکھوں گا۔ غرض کہ ملکہ بادشاہ
 کی صحبت سے تائب ہوئی اور خوشی خوشی شاہزادے نے اسے رخصت کیا۔
 شاہزادہ جب ادھر سے مطمئن ہوا تو سوچا کہ کس بیچارے کا بچہ سے خون ہوا اور
 قریب اگر اپنی معشوقہ اوفیلیا کے باپ پولونیس کی نفس کو اٹھا لیا اور بہت رو یا دستور
 کہ جب غصہ میں کوئی فعل مذموم کسی سے سرزد ہو جاتا ہے تو اپنے لیے پروردگار سے
 غصہ کے خواہ مخواہ نادم ہونا پڑتا ہے۔

پولونیس کے مارے جانے سے شاہ کو یہ موقع ہاتھ لگا کہ شاہزادے کے ہاک پر
 کیے جانے کا حکم دے۔ چنانکہ بادشاہ شاہزادے سے اپنے دل میں خوف رکھتا تھا
 اور جس درجہ اسکی زلیست کو اپنے حق میں مضر سمجھتا تھا اسکا یہ اقتضا تھا کہ شاہزادہ
 قتل کیا جاتا مگر اس خیال نے کہ لوگ اس سے عموماً محبت رکھتے ہیں اور نیز اس کی

اگر گوئی کہ یہ سب حرکات کی بین گرہیں ہیں وہ اپنے بیٹے پر بہت بھروسہ رکھتی ہوگی۔
 شاہزادے کے خون سے بادشاہ کو باز رکھا۔ اب اس مکار بادشاہ نے یہ جیسا کہ
 شاہزادے کا اس ملک میں رہنا اندیشہ سے خالی نہیں بہادری کوئی شخص چاہے اس کے
 بیویہ قتل کیے جانے پر برا لکھتے ہو مناسب ہے کہ یہ کسی دوسرے ملک میں بھیج دیا جائے
 چنانچہ اسے حکم دیا کہ کسی انگلینڈ جانے والے جہاز پر یہ شاہزادہ چڑھا دیا جائے
 اور وہ اس کی حفاظت کے لیے تعینات کیے جائیں۔ اور جب وہ جہاز چلنے لگا تو
 چپکے سے ان امیرون کو بلا کر حکم انگلینڈ کے نام کہ اسوقت انگلینڈ ملک ڈنمارک
 کے ماتحت اور اسکا باج گزار تھا ایک خط دیا جس میں لکھا تھا کہ ہیلٹ تمہارے پاس
 جاتا ہے اسکے پونچنے کے بعد جلد رجسٹرنگ ہو کوئی اتہام رکھ کر اسے مار ڈالنا۔
 ہیلٹ کہ بادشاہ سے کتنا ہی رہتا تھا رات کو اٹھا اور خط کو کھوج کر نکالا اور اپنے
 نام کو چھپ کر اسکی جگہ پر اٹھین دونوں امیرون کا نام جنکی حفاظت و امانت میں وہ
 قتل کے لیے بھیجا گیا تھا تاہم کر دیا۔ اور پھر اس خط کو بند کر کے جہان سے اسے
 اٹھایا تھا وہیں اسے چپکے سے رکھ دیا۔ تھوڑی دیر بعد بحری ڈاکوؤں کے ایک جہاز نے
 اس جہاز پر حملہ کیا اور دونوں جہازوں میں بحری لڑائی شروع ہوئی۔ اثنائے کارزار میں
 ہیلٹ کہ اسے اہلار بہادری کا بڑا شوق تھا خنجر بکھرتے ہوئے لگا کر دشمنوں کے جہاز میں تنہا
 گھس گیا۔ ڈنمارک والوں کا جہاز تاب مقابلت نہ لاکر پیچھے ہٹا۔ اور ان امیرون نے
 شاہزادے کو دشمنوں کے پنجہ میں چھوڑ کر انگلینڈ کا راستہ پکڑا۔ اور وہ خط جسکے مفہوم
 کو ناموں کے بدلنے سے ہیلٹ نے بدل دیا تھا اٹھین کے پاس رہا۔

ڈاکوؤں نے جبکہ قبضہ قدرت میں اسوقت یہ بادشاہزادہ آگیا تھا بڑی ہی اذیت
 کو راہ دی اور مہذب دشمنوں کی صورت میں دکھائی دیے اور یہ جان کر کہ یہ ایک
 آفت زدہ شاہزادہ ہے انھوں نے تعمیر کیا کہ اگر اسوقت ہم اسکے ساتھ سلوک کریں

اور اخلاق کے۔ تم پیش آئی گے تو اپنے شہرین پوچھ کر یہ ہمارے ساتھ
 بہت کچھ احسان کر گیا۔ چنانچہ سرد و نازک کے قریب پہونچ کر کسی ساحل پر اپنے جہاز کو
 لگا دیا جہان سے شانہ و آس نے بادشاہ کو ایک خط لکھا اور اس میں ساری کیفیت اس
 عجیب واقعہ کی جو اسکے ٹوٹ آنے کا باعث ہو مندرج کر دی اور لکھا کہ میں کل کسی وقت
 در دولت پر حاضر ہو گا مقام تاسف ہے کہ اپنے شہر میں پہونچ کر پہلے پہل جو شے شانہ و آس
 کو دکھائی دی وہ ایسی غم و اہم کی محفل تھی جسے دیکھ کر شانہ و آس کو سخت عیب ہوا۔
 یہ اسی حسین عورت آوفیلیا کی شہرہ و کمین کا مجمع تھا جو کسی زمانے میں سہلیت کی مشورہ
 دلر باغی۔ اور صبر و استقامت اس کی یہ تھی کہ جسے اسکے باپ نے وفات کی تباہی سے
 روز بروز اسکے غم و اہم نے اس کی عقل و فہم کا گھٹا نا شروع کیا۔ باپ کی مرگ مناجات
 نے اور چہرہ ایسے شعلوں کے ہاتھ سے چہرہ ہمیشہ اپنی جان نثار کرتی تھی۔ اس نازک
 و کم سن عورت کے دل پر ایسا صدمہ ہو چکا کہ وہ بالکل مجنوں الحوس ہو گئی۔ ایک دن
 بادشاہی محل میں باکرہ بنی مورتین تھیں سب کو پھول تقسیم کر آئی و کہہ آئی کہ تم سب میرے
 باپ کے عزیز و دارون میں سے ہو کہ اسکے جنازے کے ساتھ تم لوگ گئے گئے۔ اور
 بحالت اضطراب عشق و محبت کی غزلین اور مرغیہ کے اشعار پڑھتی اور کبھی ایسے الفاظ
 نہایت کمالی جیسا کہ کچھ بھی مفہوم نہیں۔ غرض کہ اسکے حرکات و سکنات سے یہ سنیں
 معلوم ہوتا تھا کہ وہ اپنے حالات سے خبر رکھتی ہے۔ آوفیلیا نے کے مکان کے پاس
 کوئی چشمہ تھا جس کے کنارے پر ایک ایسا جھکا ہوا درخت واقع تھا جس کی شاخیں عین
 دھارے کے سلسلے ٹکی ہوئی تھیں۔ اتفاقاً ایک روز اس چشمہ کی طرف سے آوفیلیا کا
 گزرنہوا اور وہ بھی ایسی حالت میں کہ اس وقت اسکے ساتھ کوئی دوسرا نہ تھا اور
 گل بہار و گل آوار کے ہار گوندھے ہوئے اور نیز مختلف اقسام کے پھول و خوشامیاد
 تاج کیے ہوئے بحالت جذبات میں سے چلی آ رہی تھی۔ وہاں پہونچ کر دفعتاً اسکے دل میں آ گیا کہ

ان سب کو اس درخت کی شاخوں میں باندھا کر سسے پٹھانچاؤں باردن و گھاس پات کے گتھے کو لیے ہوئے اس درخت پر چڑھ گئی اور ایک شاخ پر بیٹھ کر وہ سب باندھ رہی تھی کہ کیا سگی وہ شاخ ٹوٹی اور اونچلیا اور اس کے ذخیرہ وحشت کو لیے ہوئے پانی میں گری گئی کپڑوں میں ہوا بھر جانے سے تھوڑی دیر تک وہ سلج آب پر مرغان آبی کی طرح ترقی ہوئی پرانے گیتوں کو خوش آسانی سے گارہی تھی اور بالکل بے خبر تھی کہ میں کسان ہوں اور کیونکر ہوں لیکن یہ حالت تھوڑی ہی دیر تک رہی اور جب اس کے کپڑے اچھی طرح تر ہو گئے تو بہت جلد یہ نعمہ و سر و موت کی کلفت و کدورت سے مبدل ہو گیا پٹھانچہ اس کے بھائی کو جب یہ خبر ہو چکی تو اس نے اس خبر کو عام کر کے شاہ و ملکہ و دیگر اراکین سلطنت کو جمع کیا اور تجویز و گفتگو کی نگاہی ہو رہی تھی کہ آفت کا مارا ہلیٹ بھی وہاں آن پہونچا۔ اور ان رمون میں جو وہاں ہو رہی تھیں اپنے کو شریک کرنا خلاف مصلحت سمجھا لگ کھڑا ہو کر دیکھنے لگا کہ یہاں کیا ہو رہا ہے۔ دیکھا کہ ایک قبر کھدی ہوئی ہے اور لوگ آسمین پھول بکھیر رہے ہیں کیونکہ اس ملک کا دستور تھا کہ جب کوئی کنواری عورت مرقی تھی تو اس کی قبر میں پھول بچھائے جاتے تھے۔ اور خاص کر اس وقت ملکہ نے ہی اہتمام سے اس کی قبر آراستہ کر رہی ہے اور کہہ رہی ہے ”لڑکی“ میں تو سمجھی تھی کہ ایک روز ان ہاتھوں سے تیرا بستر عروس آراستہ کر دئی نہ کہ انھیں ہاتھوں سے تیری قبر کا اہتمام مجھے کرنا پڑا۔ اور اس کا بھائی کہہ رہا ہے کہ بعد زمین کہ اس کے حسن و خوبی پر بنفسہ خود بخود وہاں اپنی بیل پھیلائے تو غمکہ یہ سب ہو ہی رہا تھا کہ دفعہ اس کے بھائی کے ہوش و حواس میں اس وقت کے غم و اہم کے چرچوں نے فرق ڈال دیا اور وہ ہذا اختیار ہو کر قبر میں کودا اور کہنے لگا کہ اوپر سے آپ لوگ مجھے پر مٹی ڈال دیجئے کہ میں بھی اپنی بہن کے ساتھ دفن ہو جاؤں۔ اب اس وقت تو ہلیٹ کی محبت نے بھی جوشش مارا اور وہ یہ دیکھ سکا کہ اس کا بھائی اس طرح اپنے رنج و غم کا اظہار کرے اور میں کہ

میر میری محبت ایسے ایسے نزار وں بھائیوں کی محبت پر فوقیت رکھتی ہے اس وقت چپکا
کھڑا رہوں۔ اور بے کھٹکے قبر میں جہاں لیرٹس کھڑا تھا اپنے کو بھی گرایا اور بعینہ
لیرٹس کی ہی باتیں کرنے لگا بلکہ کسی قدر اس سے بھی بڑھ کر رنج و غم کی کیفیت پیدا کی
لیرٹس نے جو دیکھا کہ یہ وہی ہیلٹ ہے جو میرے باپ اور بہن دو طرفہ وں کی ہلاکت کا
باعث ہوا تو سب رنج و غم بھول کر اس کی طرف متوجہ ہوا اور ایسے روز سے اس کے
گلے کو دیا کہ اگر لوگ مچھرانہ دیتے تو اس کی جان ہی گئی تھی اور جب تجھیز و تکفین کے لوگ
فارغ ہوئے تو بے نظر رفع الزام و اتہام ہیلٹ نے لوگوں سے یوں ظاہر کیا کہ میں محض
اسوجہ سے قبر میں کو داتا لیرٹس کو غصہ دلا کہ رنج و اقام کی تکلیف سے اسے نجات دلوں
اور اسی وقت اُن دو دنوں نو جوان لوگوں میں پورا پورا مصاحمہ ہو گیا۔

تیرٹس کو باپ اور بہن کی ہلاکت کا غم و غصہ تھا ہی مگر سہلیٹ کا خبیث چچا ہنسیہ اسی فکر میں رہتا تھا کہ سہلیٹ کو کسی تدبیر سے ہلاک کرے۔ چنانچہ ایک روز بیٹھا بیٹھا تیرٹس کو بلوایا اور اس سے کہا کہ تم مین اور سہلیٹ مین مصاحفہ تو ہو ہی گیا ہے ہم چاہتے ہیں کہ تم لوگ کسی دن اکٹھا طے مین آؤ تو ذرا تمہارے ہاتھوں کی صفائی مان اور جربون کی صفائی رکھیں۔ غرض کہ دونوں نے اسے منظور کیا اور اس لیے ایک دن مقرر کیا گیا تاریخ مقررہ کو شاہ و بگیم و جمیع اراکین سلطنت جمع ہوئے وہ ایام بادشاہ ایک زہر کی بھیجی ہوئی تلوار لیکر تیرٹس بھی میدان کارزار میں آیا۔ چونکہ سہلیٹ اور تیرٹس دونوں اس خصوص میں بہت مشہور تھے اس لیے دور و دور کے امرا تماشہ دیکھنے آئے اور اس فورم سے انعام کے لیے بہت سارے پیہ اکٹھا ہوا۔ وہاں بہت سی رنگ آلود و تلوارین رکھی تھیں ان میں سے سہلیٹ نے بھی ایک تلوار اٹھالی اور تیرٹس کے گرد و پیش کا کچھ بھی خیال نہ کیا کہ بخلاف دستور اکھاڑہ کہ اس کے روتے رنگ آلود و خراب تلواروں کا استعمال ہونا چاہیے یہ نوک دار تلوار جو فی الحقیقت زہر سے بچی ہوئی تھی

[illegible]

کیون لایا پہلے لیٹش نے وار کرنا شروع کیا جسے ہیلیٹ بڑی خوش اسلوبی سے منع کرتا جاتا تھا۔ اس مکان بادشاہ نے یہ دیکھ کر سے زیادہ تعریف و توصیف کی اور ہیلیٹ کو بڑھا دیا دیکر بہت سا انعام ایک طنز رکھا اور کہا دیکھیں اسے کون لیتا ہے یہ شکر لیٹش نے جو کرنا کر ایک ہاتھ مارا تو پھر ہیلیٹ اسے نہ سنبھال سکا اور زخم کاری کھا کر طیش میں آیا اور بلا علم ان حکمتوں کے جو اسکے مقابلے میں کی گئیں جانے کیا اسکے جی میں آیا کہ لیٹش کو اپنی پاک صاف تلوار دیکر اسکی زہریلی بھی ہوئی تاوار خود لے لی اور لپک کر ایک ایسا ہاتھ دیا کہ جس سے فوراً ہی اپنے گرد فریب کا پور اٹھا وہ اسے مل گیا اور تو یہ سب ہو رہا تھا اور اسکی بان کی آواز آئی کہ میں تو زہر دگئی۔ دریا سے معلوم ہوا کہ بادشاہ نے ہیلیٹ کے لیے ایک پیالے میں پانی رکھوا دیا تھا کہ ہیلیٹ جب تھکیگا تو پانی ضرور لے لے گا اور اس میں زہر گھلوا دیا تھا کہ شاید لیٹش کے ہاتھ سوچ گیا تو اسکے پینے سے تو خواہ مخواہ ہلاک ہو گا ملکہ کو جو پیاس معلوم ہوئی تو دھوکے سے وہی پیالہ جو ہیلیٹ کے لیے رکھا گیا تھا پی لے لے اور جکے پیتے ہی اسکی کیفیت ایسی بدلنے لگی کہ سو اٹھ اسکے کہ میں زہر دگئی، اور کوئی لفظ وہ اپنے منہ سے نکال سکی ہیلیٹ یہ دیکھ کر چونکا اور حکم دیا کہ دروازے بند کر دیے جائیں اسپر لیٹش نے کہا کہ تم ناحق اس دروازے سے ہوتے ہو مجھ سے پوچھو کہ یہ سب میرا ہی کیا ہوا ہے۔ اور یہ سمجھ کر کہ اس زخم سے جان بڑھنا تو ممکن ہی نہیں جو کچھ حال تھا صاف صاف بیان کر گیا کہ اس طرح میری نیت فاسد ہوئی اور اس طرح میں نے لوگ خنجر کو زہر میں بھجایا مجھے یقین ہے کہ آدھ گھنٹہ میں تم زندہ نہ رہ سکو گے کیونکہ وہ ایسا زہر ہے کہ جسکی حسیت کو کسی دوا سے تم منع کر سکو۔ خیر جو کچھ ہونا تھا سو ہو گیا مگر میں اپنے کیے پر سے پشیمان ہوں اور اپنی خطاؤں کو معافی چاہتا ہوں۔ یہ سب کہہ ہی رہا تھا کہ اسکی روج غالب سے پرواز کر گئی اور مرتے دم آخر فقرہ اسکی زبان پر تھا کہ بادشاہ نے مجھے ناحق فعل بد کی ترغیب دیکر برباد کیا۔ لیٹش کا یہ

انجام دے کر بلیٹ تے لے کر آگیا تو کسی قدر اتر سم آسمین موجود پایا اور اپنے معدے کا خیال کر کے جواب دے کر اس کی روح سے کیا تھا اپنے دماغ چپا کی طرف متوجہ ہوا اور پیک کر نوک پنجر کے شکم میں اس زور سے چھبوی کہ فوراً اس کی جان ہی نکل گئی اور یوں بلیٹ نے حکم پیر کی تعمیل کی کہ جس سے پورا پورا عوض اپنے قتل ناحق کا قاتل کو مل گیا تھوڑی ہی بعد جو بلیٹ نے دیکھا کہ بدن سنسار ہا ہے اور روح قالب سے نکل چاہتی ہے تو اپنے دوست ہو راثیا کی طرف جو دیر سے کھڑا اس ہنگامے کا تماشا دیکھ رہا تھا مخاطب ہوا اور بحالت جان کنی دبی ہوئی آواز سے کہا کہ خیر میں تو اس جہان سے رخصت ہی ہوتا ہوں مگر تم کو اللہ سلامت رکھے کہ تمہارے ذریعے سے یہ حکایت دینا میں شہرت پکڑتی رہیگی پہلے تو ہو راثیا نے یہ تمنا ظاہر کی کہ وہ بھی اپنے کو ملا کر کر کے سفر آخرت میں شانہ زادے کا ساتھ دے مگر بلیٹ کو یوں آزر و مند پا کر اپنے ارادے کو پھرا اور کہا بہترین بہت اچھی طرح ان واقعات اور حالات کو شہرت و دنیا اور چونکہ یہ حالات میرے چشم دید ہیں ایسے میرا بیان بہت جلد اس کی شہرت پکڑ جانے کا باعث ہو گا۔ ہو راثیا کا یہ بیان ابھی پوری طرح ختم بھی نہیں ہونے پایا تھا کہ بلیٹ کی روح قالب سے پرواز کر گئی اور ہو راثیا اور جمیع تماشہ بینوں نے رو کر اس نیک سیر شانہ زادے کی روح کو ملائک آسمانی کی امانت میں سپرد کیا۔ چونکہ بلیٹ ایک خوش اخلاق و حلیم الطبع شانہ زادہ تھا اور جو کچھ اوصاف شانہ زادوں میں ہونے چاہئیں وہ سب آسمین موجود تھے ایسے عموماً لوگ اس سے محبت رکھتے تھے۔ اور اگر وہ زندہ رہتا تو بلا شک کسی زمانے میں دُعا مارک کے عظیم الشان و بیدار مغز بادشاہوں میں شمار کیا جاتا

خاتمہ الطبع

خدا کا شکر ہے کہ مجموعہ افسانہ دلپند کے بنی قصبہ مین کا آٹھویں مجموعہ
 مذکور القدر کر سکتا ہے سے پہلے مطبع آدوم اخبار مقام لکھنؤ کا کتبہ جناب منشی
 نول کشور صاحب سی۔ آئی۔ آئی۔ مین زپور طبع سے آراستہ و پیراستہ ہوا تھا
 اب شاخ مطبع موصوف واقع کا پٹنور مین پہلی مرتبہ ماہ جنوری سنہ ۱۳۱۵ مین استہ
 منصرم با کمال جناب منشی بھگوان دیال صاحب سلمہ السعال سے بہ صحت کمال طبع ہو
 مطبع طبع خاص و عام ہوا۔

